Volume 03, Issue 02,
April-June 2025
PP: 183-197
Open Access on:
www.alimanjournal.com

الایمان AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

اسلام کا سماجی نظام تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

The Social System of Islam in the Light of the Teachings of the Prophet (ﷺ)

Haq Nawaz
MS Scholar
Department of Quran-o-Sunnah
University of Karachi
haqnawaz70021@gmail.com

Article History

Received
25-05-2025

Accepted
28-06-2025

Published
30-06-2025

Indexing

ICI WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
اردو جرائد اشاریہ
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub

Abstract

The Prophet Muḥammad ﷺ brought an end to the linguistic, racial, and class-based hierarchies that dominated pre-Islamic society and laid the foundation for a model Islamic civilization rooted in the principles of equality, justice, tolerance, and respect for all humankind. Through pragmatic and far-reaching initiatives such as the Mīthāq al-Madīnah (Constitution of Medina), the Muʾākhāt al-Madīnah (Brotherhood of Medina), and the Ḥilf al-Fuḍūl (Pact of the Virtuous), he fostered an unprecedented sense of equality, social harmony, and communal unity. In addition, transformative moments such as the Fatḥ Makkah (Conquest of Mecca) and the Khuṭbat al-Wadāʿ (Farewell Sermon) reinforced revolutionary concepts of human equality, the sanctity of life and property, and the recognition of the rights of women, orphans, and slaves.

These teachings not only dismantled oppressive structures but also redefined social relations by ensuring dignity and justice for every individual regardless of lineage, ethnicity, or class. This paper examines the Prophet's ﷺ teachings within their historical framework while emphasizing their enduring relevance in contemporary times. It argues that the Prophetic model offers timeless guidance for addressing modern socio-cultural challenges, particularly in establishing a welfare-oriented society grounded in balance, righteousness, and inclusivity. By analyzing these initiatives through a modern lens, the study highlights how the Prophetic legacy can inspire the development of equitable social systems in today's globalized world.

Keywords:

Social System, Equality, Justice, Social Harmony, Rights of Women and Slaves.

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

ROAD DIRECTORY OF OPEN ACCESS SCHOLARLY RESOURCES OPEN ACCESS

تعارف:

سرکارِ دوعالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی انسانی تاریخ کی وہ منفرد اور ممتاز ترین شخصیت ہے، جنہوں نے زندگی کے ہر گوشے اور ہر شعبے میں انسانیت کی ہر پہلو سے رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔“[1]

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم فرمایا، جس میں احترامِ انسانیت، فرد کی عزت، عدل کی بالادستی، مساواتِ انسانی، باہمی احترام، احساسِ ذمہ داری، صلہ رحمی، اخلاقی پاکیزگی، عورت کا مقام، اقلیتوں کے حقوق، بنیادی انسانی حقوق اور اجتماعی نظم جیسے زریں اصول نمایاں تھے۔

آج ہمارے سماجی نظام کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ ہمارا معاشرہ اخلاقی پستی، معاشرتی انتشار اور مغربی تہذیب کے منفی اثرات کا شکار ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں از سرِ نو سماجی نظام کی تشکیل کی جائے اور عالمِ انسانیت کو یہ باور کروایا جائے کہ محسنِ انسانیت ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات اور آپ کے عطا کردہ سماجی نظام ہی میں ان تمام مسائل کا عادلانہ، منصفانہ اور پائیدار حل موجود ہے۔

پیشِ نظر مقالے میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سماجی نظام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سماج کا مفہوم

سماج سنسکرت زبان کے دو الفاظ: ”سم“ اور ”آج“ سے مل کر بنا ہے۔ ”سم“ کے معنی ”اکٹھا“ یا ”ایک ساتھ“ کے ہیں، جبکہ ”آج“ کے معنی ”متحد رہنا“ ہیں۔[2] عربی زبان میں اس کے لیے ”معاشرہ“ اور انگریزی میں ”Society“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ”معاشرہ“ بابِ مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: ”باہم مل جل کر رہنا“[3] لہٰذا جہاں متعدد افراد مل کر جمع ہوتے ہیں اور باہم تعلقات استوار کرتے ہیں، وہیں ایک سماج تشکیل پاتا ہے۔

رالف لنٹن نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

‘‘A society is any group of people who have lived and worked together long enough to get them-selves organized and to think of themselves as a social unit with well-defined limits.[4]”

”سماج ایسے افراد کے گروہ کا نام ہے، جو ایک عرصے تک ساتھ رہیں، باہمی تعامل سے منظم ہو جائیں اور خود کو ایک باقاعدہ معاشرتی اکائی تصور کرنے لگیں۔“

سماجی نظام کے بنیادی اصول، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام کے سماجی نظام کا ڈھانچہ چند بنیادی اصولوں پر قائم ہے، ذیل میں ہم ان اصولوں کا تذکرہ کریں گے۔

ا۔ شرفِ انسانیت

اسلام کے سماجی نظام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کو معاشرے کی بنیادی اکائی تصور کیا گیا ہے اور اسے فطری طور پر عزت و تکریم کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ”اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت دی۔“[5] یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان رنگ و نسل، قوم و مذہب کی تفریق کے بغیر، فطری طور پر عزت و احترام کا مستحق ہے۔

سورۃ التین انسان کو یہ باور کراتی ہے کہ انسان اتنی اعلیٰ مخلوق ہے کہ اگر یہ اللہ کی طرف رجوع کرے، اس کی عبادت کرے، مخلوقِ

خدا کی خدمت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بن کر اس کے قرب کا وہ مقام پالیتا ہے، جہاں فرشتے بھی پیچھے رہ جاتے ہیں، لیکن دوسری طرف جب یہی انسان اللہ کی نافرمانی پر اُتر آئے تو وہ شیطان سے بھی بڑھ کر گمراہی میں چلا جاتا ہے۔

۲۔ مساواتِ نسلِ انسانی

اسلام دنیا کے تمام انسانوں کے درمیان رنگ و نسل کے بغیر مساوات کا داعی ہے، چونکہ سارے ہی انسان تخلیق کے اعتبار سے برابر ہیں، اس لیے سب کے حقوق برابر ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔"[6]

آپ ﷺ نے فتحِ مکہ کے موقع پر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں انسانی مساوات اور وقار کے منافی قوانین اور طبقاتی و نسلی امتیازات کے خاتمہ کرتے ہوئے اعلان فرمایا: "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔"[7]

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر نسلِ انسانی کے بنائے ہوئے تمام بتانِ رنگ و بو کو توڑتے ہوئے آپ ﷺ نے واضح اعلان فرمایا: "اے لوگو! سن لو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔"[8]

۳۔ وحدتِ فکرِ انسانی

اسلام نے انسان کو مختلف فلسفوں اور متضاد نظریات کے دائروں سے نکال کر توحید پر مبنی ایک متحد فکر عطاء کی ہے۔ اُس نے انسانوں کے باہمی فکری اختلاف کو ان کا اپنا پیدا کردہ بگاڑ قرار دیا۔ ارشاد باری ہے: "بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور اہلِ کتاب نے علم آجانے کے بعد جو اختلاف کیا، وہ محض آپس کی ضد اور حسد کی بنا پر تھا۔"[9]

یہی وحدتِ فکر تھی، جس نے مختلف قبائل، اقوام اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد میں یکسانیت پیدا کی اور ان کے مابین ایک مضبوط وحدت، مرکزیت اور تنظیم قائم کی۔ نتیجتاً ایک ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آیا، جہاں فرد کی قدر و قیمت اس کی زبان، رنگ و نسل سے نہیں، بلکہ اس کے ایمان اور کردار سے متعین ہوتی تھی۔

۴۔ قیامِ خیر و رفعِ شر

اسلام نے سماج کی فلاح و بہبود کے لیے خیر و شر کے پیمانے متعین کیے ہیں اور معاشرے کے تمام افراد کو پابند کیا ہے کہ وہ اس سے سرمو تجاوز نہ کریں۔ اگر کوئی تجاوز کرے تو ایسی صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام نے سماجی نظام کو تباہ کرنے والے امور مثلاً شراب، جُوا، سود، رشوت، نظر بازی و عریانیت، زنا و بدکاری اور ان جیسے بہت سے افعالِ رذیلہ کے خلاف سخت قوانین اور سزائیں جاری فرمائیں اور سماج کو ان برائیوں سے پاک رکھنے کی تعلیم دی۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "جو تم میں کسی برائی کو دیکھے تو وہ ہاتھ سے درست کرے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"[10]

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔"[11]

۵۔ ہمدردی و ایثار

ہمدردی و خیر خواہی، ایثار و قربانی کا جذبہ دراصل انسان کی بے غرضی اور خلوص کی دلیل ہے؛ یہی جذبہ سماجی نظام کی روح ہے۔ جس

معاشرے میں اس کا فقدان ہو، وہ کبھی اچھا معاشرہ نہیں بن سکتا۔

نبی کریم ﷺ نے ایثار و ہمدردی کی نہ صرف تعلیم دی ہے، بلکہ خود عملی طور پر ایسے مظاہر پیش کیے، جن کی نظیر تاریخِ انسانی میں ملنا ناممکن ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اس سے کنارہ کرتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی ایک مصیبت دور کی، اللہ روزِ قیامت اس کی مصیبتوں میں سے بڑی مصیبت دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ اس کی روزِ قیامت پردہ پوشی فرمائیں گے۔''[12]

ہمدردی، نفع رسانی، خیر خواہی اور انسانی فلاح و بہبود کا جذبہ اصل مطلوب ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''[13]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''[14]

رحمتِ عالم ﷺ کی یہ شانِ رحمت صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی، بلکہ انسانی سماج میں انسانوں کے ساتھ رہنے والے ہر جاندار کے لیے عام تھی، چنانچہ جانوروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے چڑیا کا یا اس سے بڑے کسی جاندار کا ناحق قتل کیا تو روزِ قیامت اللہ اس کے بارے میں پوچھے گا۔''[15]

۷۔ احساسِ ذمہ داری

اسلام نے سماج کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے سماج کے ہر فرد میں احساسِ ذمہ داری کے جذبے کو فروغ دیا، کیونکہ احساسِ ذمہ داری کے بغیر سماج خود غرضی اور مفاد پرستی کا شکار ہو جاتا ہے، اسی لیے قرآن کریم میں غیر ذمہ داری کی مذمت کی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے: ''کیا انسان کا خیال یہ ہے کہ اسے اسی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔''[16]

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''[17]

حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرے کے ہر فرد کے حقوق اور اس کی ذمہ داریوں کو متعین فرمایا اور امت کو احساسِ ذمہ داری اور فرض شناسی اور اجتماعی نظم وضبط کی تعلیم دی۔

سماجی نظام کے قیام کے لیے نبوی سماجی اصلاحات

نبی کریم ﷺ نے اسلامی سماجی نظام کے قیام کے لیے درج ذیل اصلاحات فرمائیں:

1۔ معاہدۂ حلف الفضول

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں سیاسی و سماجی انتشار تھا اور لوگ ظلم و ستم کا شکار تھے۔ ظالم سے باز پرس کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ایسی صورتحال میں چند نیک فطرت افراد نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہو کر ایک معاہدہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نوعمری ہی میں اس معاہدۂ حلف الفضول کے رکن بنے۔ آپ ﷺ کو یہ معاہدہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔[18] اس معاہدے کی چار بنیادی شقیں تھیں:

1. ظلم کے خلاف نظریے کا قیام۔
2. صدق و امانت پر مبنی کردار سازی۔
3. نظریے کو تنظیمی شکل دینا۔
4. تنظیم سازی کی بنیاد عدم تشدد پر رکھنا۔[19]

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو "معاہدۂ حلف الفضول" انسانی حقوق، امن وامان اور سماج و معاشرے میں عدل و انصاف کے قیام کے لیے تاریخِ انسانی کی اہم دستاویز ہے۔[20]

2۔ حضور ﷺ بطور سماجی خدمت گار

نبوت کے بالکل آغاز میں ہی آپ ﷺ کا تعارف ایک سماجی خدمت گار کے طور پر سامنے آتا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے گھر آکر اس معاملے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بات کی تو انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔"

پھر اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

"اللہ تعالیٰ آپ کو اس لیے ضائع نہیں ہونے دے گا کہ آپ ﷺ معاشرے میں صلہ رحمی کرتے ہیں، رشتوں کو جوڑتے ہیں، بیواؤں اور لاوارث لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور لوگوں کی مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔"[21]

گویا ایک نبی کے طور پر آپ ﷺ کا تعارف سماجی خدمت گار کی حیثیت سے سامنے آیا۔

3۔ مؤاخاتِ مدینہ

مواخاۃ کا مقصد ایک نو واردِ شہر کو ایک قدیم باشندے کے ساتھ رشتۂ اخوت و محبت میں منسلک کر دینا تھا تاکہ خارجی و اندرونی ملکی و غیر ملکی، اپنے پرائے اور فرزندانِ زمین و تازہ واردان بساط اور سب سے بڑھ کر مکی اور مدنی کا فرق مٹ جائے اور مدینہ کی مسلم آبادی ایک مذہبی وحدت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سماجی اور معاشی وحدت بھی ہو جائے۔ جس طرح اسلام اور پیغمبر اسلام نے مذہبی نظریۂ اخوت کے ذریعہ اوس و خزرج کی قبائلی تفریق اور قبائلی عداوت کو مٹایا اور ان کو ایک مسلم اکائی بنایا تھا بالکل اسی طرح وہ مدینہ والوں اور مکہ والوں یا انصار و مہاجرین کی سماجی تفریق مٹا کر مدینہ میں صرف ایک سماجی وحدت مسلم معاشرہ کے تصور کو فروغ بلکہ عملی شکل دینا چاہتے تھے۔[22]

4۔ میثاقِ مدینہ

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سماجی نظام کے قیام کے لیے جو دوسری بڑی اصلاح فرمائی، وہ میثاقِ مدینہ کی صورت میں تھی۔ یہ محض ایک روایتی معاہدہ نہ تھا بلکہ یہ ایک جامع سماجی، دفاعی، فلاحی اور ملّی میثاق تھا۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جس میں مدینہ منورہ کی حدود میں بسنے والے دیگر مذاہب کے باشندوں کے سیاسی و معاشرتی، قانونی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔"[23]

اس معاہدے میں معاشرتی جرائم کی روک تھام، باہمی امداد، ظلم و ستم کا خاتمہ، جان و مال کا تحفظ، مساوات، مذہبی آزادی، مدینہ میں امن و امان جیسے اصول شامل تھے۔[24] اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ میثاق مدینہ کی دفعات نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ایک مشترک سماج کی تشکیل کا اصول فراہم کیا ہے اور ان خطوط پر آج کے کثیر مذہبی، تہذیبی اور لسانی معاشرے کی تشکیل بھی کی جاسکتی ہے۔

5۔ خطبہ فتح مکہ

اسلام کے سماجی نظام کے قیام اور سماجی اصلاحات کے حوالے سے خطبہ فتح مکہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے ایسے تاریخی اعلانات فرمائے، جنہیں بجا طور پر بنیادی انسانی حقوق کا آفاقی منشور کہا جاسکتا ہے۔

آپ ﷺ نے امن وامان، آزادی، مساواتِ انسانی، انسانی جان کی حرمت اور نسلی تفاخر کے خاتمے کا اعلان کیا اور معاشرے کو تباہ کرنے والی تمام جاہلی رسومات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے قدموں کے تلے روند ڈالا۔[25]

آپ ﷺ کا یہ خطبہ نبوی سماجی اصلاحات کا ایسا جامع متن ہے، جو آج بھی ایک مثالی انسانی سماج کے قیام کے لیے بنیادی اصول فراہم کرتا ہے۔

6۔خطبہ حجۃ الوداع

خطبہ حجۃ الوداع حُریتِ انسانی کا بین الاقوامی منشور ہے، اس میں نبی کریم ﷺ نے نوعِ انسانی کو برابری، مساوات اور مؤاخات کے وہ زرّیں اور ابدی اصول عطاء فرمائے جو رہتی دنیا تک انسانوں کے سماجی تعلقات کی بنیاد بن گئے۔ اس خطبے نے ذلت، پستی، ظلم، تشدد اور استحصال کے شکار انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دے کر عزت و وقار کے ساتھ جینے کا حق عطاء کیا اور انہیں یہ احساس بخشا کہ وہ بھی انسانی عظمت میں برابر کے شریک ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا یہ خطبہ اسلام کے سماجی نظام کی راسخ اور ہمہ گیر بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اس میں وحدتِ آدم، معاشرتی مساوات، نسلی تفاخر و امتیاز کا خاتمہ، جان و مال کا تحفظ، ازدواجی زندگی کا حق، عورتوں اور غلاموں کے حقوق، اولاد کے حقوق، پُرامن زندگی کا حق، مؤاخات جیسے بنیادی اصول نہ صرف واضح کیے گئے، بلکہ انہیں عملاً نافذ بھی کیا گیا۔ یہی وہ عناصر ہیں جو کہ اسلام کے سماجی نظام کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہی پر ایک عادلانہ، متوازن سماج اور فلاحی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔[26]

سماج کے مختلف طبقات سے متعلق تعلیماتِ نبوی ﷺ

انسانی سماج کی ابتداء خاندان سے ہوتی ہے اور خاندان کی بنیاد نکاح کے ذریعے مرد و عورت کے باہمی تعلق پر قائم پر ہوتی ہے۔ پھر یہ زندگی کا کاروان آگے بڑھتا ہے۔ اولاد پیدا ہوتی ہے، جو وقت کے ساتھ خود بھی مرد و عورت کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور یوں نئے ازدواجی رشتے بنتے ہیں، اس طرح کنبے اور قبیلے وجود میں آتے ہیں اور پھر یہ وحدت پھیل کر معاشرہ بن جاتی ہے۔ گویا خاندان کی بنیادی اکائیاں میاں بیوی، والدین، اولاد اور دیگر رشتہ دار ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام سماجی اکائیوں کے بارے میں نہایت جامع اور واضح تعلیمات دی ہیں اور اس حوالے سے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہمارے لیے کامل نمونہ ہے۔

والدین کے حقوق

اسلام اپنے معاشرتی نظام میں خاندان کو بنیادی اکائی قرار دیتا ہے۔ اس خاندان کی ایک بنیادی اکائی والدین کا وجود ہے۔ ماں باپ کے بغیر کوئی معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔ دنیا کے تمام معاشروں میں خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی، والدین کی عظیم حیثیت مسلّم رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے بعد اس کائنات میں اوّلین حیثیت والدین ہی کو ہے۔

قرآن و حدیث میں والدین کے حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ انعام، سورۂ اسراء، سورۂ لقمان اور سورۂ احقاف میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان پر اپنے مال کو خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا[27] اور یہ بھی فرمایا: ''رب کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے۔''[28] آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ والدین کا اولاد پر کیا حق ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔''[29]

نبی کریم ﷺ نے رضاعی والدین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا درس دیا۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رضاعی والدین کی تشریف آوری پر ان کے لیے چادر بچھائی اور انہیں ادب واحترام کے ساتھ بٹھایا۔[30]

زوجین کے حقوق

خاندان کی تشکیل میں ایک اہم اکائی میاں بیوی ہیں۔ اسلام نے خاندان کو انتشار سے بچانے اور اسے استحکام بخشنے کے لیے میاں بیوی دونوں کے حقوق اور فرائض واضح طور پر بیان کیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور (مردوں پر) عورتوں کا حق ہے، جیسا کہ (عورتوں پر) مردوں کا حق ہے۔''[31]

اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا کہ بیوی کی حیثیت محض خادمہ اور نوکرانی کی نہیں ہے، بلکہ اس کے بھی حقوق ہیں، جن کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں بہتر وہ ہے جس کے اپنی بیوی سے تعلقات بہتر ہیں اور میں تم میں اپنے اہلِ خانہ سے تعلقات کے معاملے میں سب سے بہتر ہوں۔''[32]

آپ ﷺ نے بیویوں کو بھی ان کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا: ''بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کرے اور جب حکم دے تو اطاعت کرے اور اپنی ذات اور شوہر کے مال کے بارے میں ایسی بات نہ کرے، جو اسے ناپسند ہو۔''[33]

اولاد کے حقوق

اسلام کے سماجی نظام میں اگر والدین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے تو اولاد اس اکائی کا نتیجہ ہیں۔ یہ دونوں ہی مل کر معاشرے اور سماج کی بہترین صورت گری کرتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے بچوں سے متعلق خصوصی ہدایات دی ہیں۔

قرآن و حدیث میں اولاد کو نعمتِ الٰہی قرار دیا گیا ہے اوران کے ساتھ بدسلوکی، ان کی پرورش میں کوتاہی برتنے اور ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہ کرنے کو نسلِ انسانی کی بقاءاور اس کے استحکام کے لیے مضر قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا بچہ پیدا ہو، اس کو چاہیے کہ اس کو حسنِ ادب سے آراستہ کرے اور اس کا اچھا نام رکھے اور جب وہ بالغ ہو تو اس کا نکاح کرائے۔ اگر نکاح نہ کرایا اور وہ گناہ میں مبتلا ہوا تو اس کا وبال باپ پر ہوگا۔''[34]

بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے پر بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ''جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچیں تو روزِ قیامت میں اور وہ اس طرح ایک دوسرے کے قریب ہوں گے۔'' یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں آپس میں ملا دیں۔[35]

نبی کریم ﷺ کی زندگی بچوں سے شفقت اور محبت کا عملی نمونہ تھی۔ آپ ﷺ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھاتے، بوسہ دیتے اور دعائیں دیتے تھے۔ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسن کو بوسہ دے رہے ہیں تو کہنے لگا: ''میرے دس بچے ہیں میں نے انہیں کبھی بوسہ نہیں دیا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا''[36]

ابو عمیر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے، ان کے پاس ایک چڑیا تھی۔ آپ ﷺ ان سے خوش طبعی فرماتے اور پوچھتے: ''اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کا کیا ہوا؟''[37]

رشتہ داروں کے حقوق

اسلام کے خاندانی نظام میں رشتہ داروں کو خصوصی حیثیت دی گئی ہے، کیونکہ انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسرے انسانوں خصوصاً رشتہ داروں کا محتاج ہوتا ہے، اسی ضرورت کے پیشِ نظر اسلام نے والدین، اولاد اور زوجین کی طرح دیگر رشتہ داروں سے حسنِ سلوک، مالی اعانت اور عفوودرگزر کی ترغیب دی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قطعِ رحمی کو عذابِ الٰہی کا سبب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کوئی گناہ ایسا نہیں، جس کے مرتکب کو اللہ دنیا میں

جلد سزا دے اور آخرت کا عذاب بھی باقی رکھے، سوائے دو گناہوں کے: امامِ وقت کے خلاف بغاوت اور قطعِ رحمی۔"[38]

ایک اور موقع پر فرمایا: "صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ اگر رشتہ دار بدسلوکی کریں تب بھی وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرے۔"[39]

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صلہ رحمی کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کے بعض قریبی رشتہ داروں کا سلوک آپ کے ساتھ نامناسب تھا، مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ فرمایا، ان کی سہولت کا اہتمام کیا اور اپنے رویے میں کبھی تبدیلی نہیں آنے دی۔

پڑوسیوں کے حقوق

سماج میں انسان کے سب سے زیادہ قریب پڑوسی ہوتے ہیں، اس لیے ان سے خوشگوار تعلقات معاشرتی زندگی کی بنیاد ہیں۔ اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جبریل مجھے پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کے بارے میں اس تاکید کے ساتھ وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ انہیں وارثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔"[40]

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو، پڑوسی کا کیا حق ہے؟ جب وہ مدد مانگے تو اس کی مدد کرو، قرض مانگے تو اسے قرض دو، محتاج ہو تو اس کی خبر گیری کرو، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو، مصیبت پہنچے تو اس کے غم میں شریک ہو، مر جائے تو جنازے کے ساتھ جاؤ اور اس پر اتنی اونچی عمارت نہ بناؤ کہ اس کی ہوا بند ہو جائے، ہاں! مگر اس کی اجازت سے اور اپنے کھانے کی خوشبو سے اسے تکلیف نہ دو، ہاں! اگر کچھ پکا ہو تو اس میں سے اسے بھی دے دو۔ اگر پھل خرید و تو اسے ہدیہ کرو، ورنہ چپکے سے گھر لے جاؤ اور اپنے بچوں کو ایسا کرنے نہ دو کہ وہ پھل لے کر باہر نکلیں اور پڑوسی کے بچوں کو تکلیف ہو۔"[41]

یہ حدیث حسنِ سلوک، ہمدردی، ایثار اور سماجی ہم آہنگی کا جامع پیغام دیتی ہے اور سماجی نظام کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔

خدمت گاروں کے حقوق

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل خدمت گاروں کے ساتھ غیر انسانی، ظالمانہ اور توہین آمیز سلوک عام تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس ظلم واستحصال کی مذمت کی اور خدمت گاروں کو عزت و تکریم کا حق دار قرار دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے غلام اور باندیاں تمہارے بہن بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، پس جس کا بہن بھائی اس کے ماتحت ہو، وہ اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کیا جائے، جو ان کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کوئی سخت کام لو تو ان کی مدد بھی کرو۔"[42]

اسلام چونکہ مساوات، عدل اور حریتِ انسانی کا علمبردار ہے، اس لیے اس نے خدمت گاروں کے ساتھ حسنِ سلوک کو معاشرتی اقدار کا حصہ بنایا۔

خود نبی کریم ﷺ نے اس کی عملی مثالیں قائم فرمائیں:

- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہا، اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے کبھی مجھے اف تک نہ کہا، نہ ہی کبھی کسی کام پر یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟"[43]

- آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کروایا۔ [44] تاکہ سماجی اونچ نیچ کا تصور ختم کیا جاسکے۔
- انہیں جنگ موتہ میں تین ہزار کے لشکر کا سپہ سالار بنایا، حالانکہ اس لشکر میں بڑے بڑے صحابہ کرام بھی تھے۔ [45]
- اپنے آخری ایام میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف روانہ کیے جانے والے لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ [46]
- سالم ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، جب امامت کراتے تو ابو بکر، عمر، ابو سلمہ اور زید بن عامر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام ان کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ [47]

یہ تمام مثالیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قائم کردہ سماجی نظام میں خدمت گاروں کو مکمل انسانی وقار اور مساوی مقام حاصل تھا۔

عام مسلمانوں کے حقوق

نبی کریم ﷺ نے ایک مثالی معاشرے کے قیام کے لیے مسلمانوں کے باہمی تعلقات سے متعلق جامع ہدایات دی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب ملاقات ہو تو سلام کرے، دعوت دے تو قبول کرے، جب نصیحت مانگے تو اسے خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے، چھینک کر الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہے، بیمار ہو تو عیادت کرے اور وفات پا جائے تو جنازے میں شریک ہو۔'' [48] اور فرمایا: ''اس کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرو۔'' [49]

آپ ﷺ نے مسلمان بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملاقات کو نیکی قرار دیا۔ [50] آپ ﷺ نے اہلِ ایمان کو ایک جسم کی مانند قرار دیا۔ [51]

نبی کریم ﷺ کی یہ تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کا انحصار فرداً فرداً ہر مسلمان کے ساتھ حسنِ سلوک، باہمی احترام، خیر خواہی اور تعاون پر ہے۔ اگر ہم ان تعلیمات کو عام کریں اور ان پر عمل کریں تو ایک مثالی امت کا خواب حقیقت بن سکتا ہے۔

غیر مسلموں کے حقوق

اسلام کا سماجی نظام احترام انسانیت، عدل وانصاف، مذہبی رواداری، عدمِ اکراہ، غیر جانبداری، امدادِ باہمی اور ایفائے عہد جیسے اصولوں پر قائم ہے۔ اسلام بلا امتیازِ مذہب تمام انسانوں کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔

اسلام نے غیر مسلموں کے مذہبی جذبات کو بھی ملحوظ رکھا اور ان کے عقائد و نظریات کے تمسخر اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے سختی سے منع ہے۔ ارشاد باری ہے:

''اے مسلمانو! یہ کافر لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، ان کو برا بھلا نہ کہو، کیوں کہ وہ جہالت کی بنا پر اللہ کو برا بھلا کہیں گے۔'' [52]

ایک موقع پر ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا، آپ ﷺ کھڑے ہو گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: اللہ کے رسول! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ انسان نہیں ہے؟'' [53]

یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہر انسان کا احترام ضروری ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔

آپ ﷺ نے غیر مسلم پر ہونے والے ظلم کی بھی مذمت فرمائی۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''خبر دار! اگر کسی نے کسی معاہد (غیر مسلم

ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس پر اس کی حیثیت سے زیادہ بوجھ ڈالا یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے روز اس کا وکیل ہوں گا۔"[54]

آپ ﷺ نے متعدد بار غیر مسلموں کی دعوت[55] اور ان کے ہدایا قبول کیے۔[56]

آپ ﷺ نے غیر مسلم رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک یہودی لڑکا آیا کرتا تھا۔ اس کی بیماری کی خبر سن کر آپ ﷺ اس کے گھر عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔[57]

ان تمام ہدایات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا سماجی نظام عظمتِ انسان، عدل وانصاف، مذہبی رواداری اور امدادِ باہمی جیسے اعلیٰ اصولوں پر قائم ہے۔

سماجی زندگی کی بنیادی اقدار، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ نے سماجی زندگی کی اصلاح کے لیے متعدد تعلیمات دی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

صدق و دیانت

سچائی اور دیانت داری معاشرتی اعتماد کی بنیاد ہیں اور یہ اوصاف آپ ﷺ کی سیرت کے نمایاں ترین اوصاف ہیں۔ آپ ﷺ کو نبوت سے قبل ہی "صادق وامین" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، جو آپ ﷺ کے کردار کی سچائی اور دیانت داری کا روشن ثبوت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "مؤمن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔"[58]

ایک اور موقع پر فرمایا: "سچائی کو لازم پکڑو۔ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جھوٹ سے بچو! جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔"[59]

حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرے میں جھوٹ، فریب، بددیانتی عام ہو جائے، وہاں گھریلو زندگی سے لے کر کاروباری معاملات تک ہر سطح پر ناقابلِ اصلاح بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

عفو و درگزر اور رواداری

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیا جائے تو آپ ﷺ کی پوری زندگی صبر، برداشت، عفو و درگزر اور رواداری سے عبارت نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو معاف کر کے ان کے اسلام کو قبول فرمایا۔[60] فتح مکہ کے موقع پر مشرکینِ مکہ کی عام معافی کا اعلان فرمایا۔[61] اس طرح کے درجنوں واقعات ہیں، جو آپ ﷺ کے عفو و درگزر اور رواداری کی روشن مثالیں ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو چاہتا ہو کہ جنت میں اس کے لیے محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کیے جائیں تو اسے چاہیے جو اس پر ظلم کرے، اسے معاف کرے اور جو اسے محروم کرے، اسے عطاء کرے اور جو اس سے رشتہ توڑے یہ اس سے جوڑے۔"[62]

عہد کی پابندی

اسلامی معاشرت میں وعدے کی پابندی ایمان کا حصہ ہے۔ ارشادِ باری ہے: "اور وعدہ پورا کرو، بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"[63]

حضور ﷺ نے عہد شکنی کو نفاق کی علامت قرار دیا۔[64] اس لیے نبی کریم ﷺ نے ہر حال میں ایفائے عہد کا درس دیا۔

شفافیتِ معاملات

اسلام نے انسانوں کے درمیان لین دین کے تمام معاملات میں شفافیت کا حکم دیا ہے اور اس کی اہمیت اس قدر ہے کہ قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت بھی معاملات کی شفافیت سے متعلق ہے۔[65] اسی لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ تین چوتھائی دین معاملات سے متعلق ہے۔ معاملات کی خرابی کا اثر عبادات پر پڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص دور دراز کا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور وہ خود غبار آلود ہوتا ہے، وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعاء مانگتے ہوئے کہتا ہے: "یارب" "یارب"! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہے، تو اس کی دعاء کیسے قبول ہو سکتی ہے؟"[66]

حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا

دوسروں کے کام آنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا، یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کی مدد کرنا سماج کی بنیادی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ کسی مسلمان کو خوش کرو، اگر وہ بھوکا ہو تو اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ، اگر وہ برہنہ ہو تو اس کو کپڑے پہناؤ، اگر وہ ضرورت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کرو۔"[67]

آپ ﷺ نے فرمایا: "مسکین اور بیوہ کی ضرورت کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔"[68]

مشکل میں کسی کے کام آنا، کسی مقروض کا قرضہ ادا کرنا، کسی بیمار کی دوا کا خرچ برداشت کرنا، کسی الجھن کے شکار فرد کے ساتھ بات چیت کر کے اس کی الجھن کو سلجھانا یا کسی بھی نوعیت کی مشکل کو آسان کرنا، یہ سب خیر خواہی کے کام ہیں۔ اسلام نے خیر خواہی کے ہر طریقے کو سراہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بہترین انسان وہ ہے، جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔"[69]

عصرِ حاضر کے سماجی چیلنجز کا حل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

عصرِ حاضر میں ہمارا معاشرہ مختلف نوعیت کے سنگین مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہے، جن میں چند اہم مسائل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اولڈ ایج ہومز

بوڑھے والدین اور خاندان کے معذور افراد بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں رحمت اور برکت کا سبب قرار دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "تمہیں تمہارے کمزوروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔"[70] لیکن بدقسمتی سے مغرب کی مادہ پرست ذہنیت نے بزرگوں کو بے کار اور غیر مفید سمجھ کر اولڈ ایج ہومز کا رواج عام کر دیا، جس کی تقلید میں مسلم معاشرے بھی اسی راہ پر چل نکلے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے اور ہر فرد میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ بزرگ افراد معاشرے پر بوجھ نہیں، بلکہ باعثِ برکت ہیں، لہٰذا ان کی خدمت کو سعادت سمجھا جائے۔

فیمنزم

"فیمنزم" کی اصطلاح پہلی بار انیسویں صدی کے آخر میں عورتوں کے حقوق کے مطالبے کے لیے استعمال ہوئی۔[71] اس کی بنیاد اس تصور پر رکھی گئی کہ عورت ہر لحاظ سے مرد کے برابر ہے۔ اس نظریے کا بنیادی ہدف خاندانی نظام کی تباہی اور عورت کی اصل حیثیت کو ختم کرنا ہے۔ اس نظریے نے معاشرے میں کئی مسائل کو جنم دیا، جیسے گھریلو تشدد، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح، خودکشی کے رجحان میں اضافہ، لومیرج کا عام ہونا، اولاد اور والدین کے درمیان دوری اور جنسی بے راہ روی وغیرہ۔[72]

جدید ٹیکنالوجی کے سماجی زندگی پر اثرات

جدید ٹیکنالوجی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے جہاں ایک طرف انسانی زندگی میں بہت سی آسانیاں پیدا کی ہیں، وہیں دوسری طرف

اس نے معاشرے پر گہرے منفی اثرات بھی مرتب کیے ہیں۔اس کے نتیجے میں ہماری نوجوان نسل بے راہ روی، جنسی آوارگی، ریاکاری، تشدد پسندی اور فیشن پرستی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ نے عقائد میں بگاڑ، اخلاقی گراوٹ اور اسلامی اقدار کو پامال کر دیا ہے، جس کی وجہ سے فرد کی روحانیت اور اس کی سماجی زندگی پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

منشیات: بڑھتا ہوا سماجی ناسور

عصرِ حاضر میں نوجوان مغرب کی تقلید اور فیشن کی دوڑ میں منشیات کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ نشہ آور اشیاء خوبصورت پیکنگ اور نئے نئے ناموں سے فروخت کی جارہی ہیں۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔ یاد رکھیے! نشہ صرف ایک برائی ہی نہیں، بلکہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شراب برائیوں کی جڑ ہے۔''[73]

نشہ آور اشیاء کے سبب معاشرے میں چوری، ڈکیتی، قتل وغارت اور عصمت فروشی جیسی سماجی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔

یہ چند اہم مسائل ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا، تاہم موجودہ دور میں عالمی سطح پر انسانی سماج متنوع قسم کے مسائل سے بھی دوچار ہے۔، جیسے وعدہ خلافی، بے صبری، عدمِ برداشت، قوم پرستی، ہم جنس پرستی، رشوت ستانی، کردار کشی، خودکشی، کام چوری، افواہوں کا پھیلاؤ وغیرہ۔

خلاصہ:

اس پوری بحث سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے معاشرے کے ہر طبقے سے متعلق واضح ہدایات دی ہیں اور سماجی نظام کے ڈھانچے کو متاثر کرنے والی لسانیت، قوم پرستی، طبقاتی تقسیم، ظلم، بے راہ روی اور خاندانوں کی ٹوٹ پھوٹ جیسی برائیوں کی نشاندہی فرما کر ان کے سدِّباب کے لیے قابلِ عمل حکمت عملی اختیار کی، جس کی بدولت جہالت اور گمراہی کی اندھیروں میں ڈوبا ہوا معاشرہ 23 سال کے قلیل عرصے میں احترامِ انسانیت، مساوات، عدل وانصاف، رواداری، ہمدردی اور خیر خواہی پر مبنی مثالی معاشرے میں تبدیل ہوا۔

دورِ حاضر میں ہمارا معاشرہ جاہلیتِ ثانیہ کا منظر پیش کر رہا ہے اور اس کا حال بھی قریب قریب وہی ہے، جو اس وقت جاہلیتِ اُولی کے معاشرے کا تھا، چنانچہ اگر ہم اس بھنور سے نکلنا چاہتے ہیں اور ایک صالح، متوازن اور پُر امن سماج کی تشکیل کے خواہاں ہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی سماجی نظام سے متعلق آفاقی اور ہمہ جہت تعلیمات کو اپنانا ہوگا تاکہ امن وامان، انصاف اور بھائی چارے پر مبنی صالح معاشرہ قائم ہوسکے۔

سفارشات وتجاویز

- ❖ معاشرے میں احترامِ انسانیت، مساوات اور عدل وانصاف کے فروغ کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کو اسکولوں، مدارس اور کالجوں ویونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کیا جائے۔
- ❖ علمائے کرام مختلف اجتماعات میں اسلام کے سماجی نظام کی اہمیت سے عوام الناس کو آگاہ کریں۔
- ❖ ایک مسلم معاشرے میں سماجی زندگی کا مرکز مسجد ہے، لہٰذا مساجد، مدارس اور خانقاہوں کے سماجی کردار کو فعال کیا جائے۔
- ❖ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی طرزِ حیات، سماجی انصاف اور اخلاقی اقدار کو عام کیا جائے۔
- ❖ سماجی شعور بیدار کرنے کے لیے مختلف سیمینارز، کانفرنسز اور تربیتی نشستوں کا انعقاد کیا جائے۔
- ❖ قوم پرستی، لسانیت، تشدد، عدمِ برداشت، گداگری، منشیات، زناکاری، کردار کشی جیسی سماجی برائیوں کے سدِّباب کے لیے سرکاری سطح پر مؤثر اقدامات کیے جائیں اور ان کے نقصانات سے عوام الناس کو آگاہ کیا جائے۔

حوالہ جات:

[1] سورۃ الاحزاب33 :21-

[2] **اردو لغت تاریخی اصول پر**،(کراچی: اردو لغت بورڈ،1990ء)،945/11-

[3] ابن منظور، الافریقی، محمد بن مکرم، **لسان العرب**،(بیروت: دار صادر،1414ھ)،584/4-

[4] Ralph Linton, the Study of Man (New York: D. Appleton-Century Company, 1936):91.

[5] سورۃ الاسراء17 :70-

[6] سورۃ النساء4 :1-

[7] الازرقی، ابو الولید، محمد بن عبد اللہ، **اخبار مکۃ**،(بیروت: دار الاندلس،1403ھ)،121/2-

[8] احمد بن حنبل، **المسند**(بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ1421ھ) رقم الحدیث:23489-

[9] سورہ آل عمران3 :19-

[10] مسلم بن الحجاج، **الصحیح المسلم**،(بیروت: دار طوق النجاۃ،1433ھ)، رقم الحدیث:78-49-

[11] سورۃ المائدۃ5 :2-

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**،(بیروت: دار طوق النجاۃ،1422ھ)، رقم الحدیث:2442-

[13] مسلم بن الحجاج، **الصحیح المسلم**،(بیروت: دار طوق النجاۃ،1433ھ)، رقم الحدیث:95-(55)۔

[14] ایضاً، رقم الحدیث:65-(2318)۔

[15] الحمیدی، عبد اللہ بن الزبیر، **المسند** ،(دمشق: دار السقا،1996ء)، رقم الحدیث:598-

[16] سورۃ القیامۃ75 :36-

[17] احمد بن حنبل، **المسند**(بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ1421ھ) رقم الحدیث:5167-

[18] البیہقی، **دلائل النبوۃ**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1405ھ)، رقم الحدیث:9560-

[19] ابن ہشام، عبد الملک، **السیرۃ النبویۃ**،(مصر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی،1375ھ)،133/1-

[20] محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، **محسن انسانیت اور انسانی حقوق**،(کراچی: دار الاشاعت،1999ء)، ص139-144-

[21] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**،(بیروت: دار طوق النجاۃ،1422ھ)، رقم الحدیث:3-

[22] صدیقی، یاسین مظہر، ڈاکٹر، **عہدِ نبوی میں تنظیمِ ریاست و حکومت**،(کراچی: کتب خانہ سیرت،2019ء)، ص28-

[23] حمید اللہ، ڈاکٹر، **عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی**،(کراچی: اردو اکیڈمی،1981ء)، ص45-

[24] **مجموعة الوثائق السیاسة**،(بیروت: دار النفائس،2009ء)، صدیقی، یاسین مظہر، ڈاکٹر، **عہدِ نبوی میں تنظیمِ ریاست و حکومت**، ص31-40-

[25] ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**،413/2- محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، **محسن انسانیت اور انسانی حقوق**(کراچی: دار الاشاعت،1999ء)، ص149,
القادری، طاہر، ڈاکٹر، **اسلام میں انسانی حقوق**،(لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز،2004ء)، ص668-

[26] **محمد ثانی، حافظ، ڈاکٹر، محسن انسانیت اور انسانی حقوق**۔ نثار احمد، ڈاکٹر، **خطبہ حجۃ الوداع حقوقِ انسانی کا عالمی منشور**،(لاہور: بیت الحکمت،2005ء)،
زاہد الراشدی، مولانا، **خطبہ حجۃ الوداع اسلامی تعلیمات کا عالمی منشور**،(گوجرانوالہ: الشریعہ اکادمی،2007ء)، قصوری، محمد ریاض، علامہ، **خطبہ حجۃ الوداع ایک مکمل ضابطۂ حیات**،(لاہور: مکتبہ کریمیہ،2021ء)، القادری، طاہر، ڈاکٹر، **اسلام میں انسانی حقوق**(لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز،2004ء)۔

[27] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**،(بیروت: دار طوق النجاۃ،1422ھ)، رقم الحدیث:2408-

[28] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**،(بیروت: دار الغرب الاسلامی،1996ء)، رقم الحدیث:1899-

29 ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن**، (دمشق: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، رقم الحدیث: 3662-
30 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، **السنن**، (دمشق: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، رقم الحدیث: 5145-
31 سورۃ البقرۃ2 :228-
32 ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن**، (دمشق: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، رقم الحدیث: 1977-
33 النسائی، احمد بن شعیب، **السنن الکبری**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ)، رقم الحدیث: 5324-
34 البیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین، **شعب الایمان**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1421ھ)، رقم الحدیث: 8666-
35 مسلم بن الحجاج، **الصحیح المسلم**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1433ھ)، رقم الحدیث: 149-(2631)-
36 ایضاً، رقم الحدیث: 65-(2318)-
37 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 6129-
38 ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن**، (دمشق: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، رقم الحدیث: 4211-
39 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 5991-
40 ایضاً، رقم الحدیث: 6015-
41 البیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین، **شعب الایمان**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1421ھ)، رقم الحدیث: 9560-
42 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 2545-
43 احمد بن حنبل، **المسند** (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ 1421ھ) رقم الحدیث: 13373-
44 البیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین، **السنن الکبری**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1424ھ)، رقم الحدیث: 13782-
45 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 2661-
46 **الصحیح البخاری**، رقم الحدیث: 4250- ابو جعفر، محمد بن جریر، **الطبری**، (مصر: دارالمعارف، 1387ھ)، 184/3-
47 ایضاً، رقم الحدیث: 7175-
48 مسلم بن الحجاج، **الصحیح المسلم**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1433ھ)، رقم الحدیث: 5-(2162)-
49 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (بیروت: دارالغرب الاسلامی، 1996ء)، رقم الحدیث: 2736-
50 احمد بن حنبل، **المسند** (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ 1421ھ) رقم الحدیث: 21519-
51 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث: 6011-
52 سورۃ الانعام6 :108-
53 النسائی، **السنن الصغری**، (القاہرۃ: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1348ھ)، رقم الحدیث: 1921-
54 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، **السنن**، (دمشق: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، رقم الحدیث: 3052-
55 ابن سعد، محمد، **الطبقات الکبریٰ**، (القاہرہ: مکتبۃ الخانجی، 1421ھ)، 350/1-
56 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (بیروت: دارالغرب الاسلامی، 1996ء)، رقم الحدیث: 1576-
57 الموصلی، ابو یعلی، احمد بن علی، **المسند لابی یعلی**، (القاہرہ: دارالحدیث، 1434ھ)، رقم الحدیث: 4306-
58 مالک بن انس، الامام، **المؤطا**، (ابو ظہبی: مؤسسۃ شیخ زاید بن سلطان، 1425ھ)، رقم الحدیث: 3630-
59 ایضاً: رقم الحدیث: 3627-
60 العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، **فتح الباری**، (مصر: المکتبۃ السلفیۃ، 1380ھ)، 370/7-
61 البیہقی، **السنن الکبری**، رقم الحدیث: 18276-

62 الطبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، (القاہرہ: دارالحرمین، 1415ھ)، رقم الحدیث:2579-

63 سورۃ الاسراء 17: 34-

64 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث:39-

65 سورۃ البقرۃ 2: 282-

66 احمد بن حنبل، **المسند** (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ 1421ھ) رقم الحدیث:8384-

67 الطبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، (القاہرہ: دارالحرمین، 1415ھ)، رقم الحدیث:5081-

68 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، رقم الحدیث:6006-

69 الہندی، علاء الدین، علی المتقی، **کنز العمال**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1405ھ)، رقم الحدیث:44154-

70 ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، **السنن**، (دمشق: دارالرسالۃ العالمیۃ، 1430ھ)، رقم الحدیث:2594-

71 **وکی پیڈیا**، تاریخ نسائیت، https://ur.wikipedia.org/wiki/

72 سید زاہد حسین شاہ، **فیمنزم کی تاریخ اور اسباب**، سہہ ماہی تحقیقی مجلہ نورِ معرفت (اسلام آباد: نورالہدیٰ مرکز تحقیقات، 3/13، جولائی تا دسمبر، 2022ء)، ص101۔ اسد اللہ، محمد عثمان یونس، **انسانی حقوق اور حق آزادی کے تناظر میں میرا جسم میری مرضی کا نعرہ، شرعی جائزہ**، (اسلام آباد، مرکز تعلیم و تحقیق، 4/5، اکتوبر، دسمبر 2023ء) ص5۔ ساجدہ تبسم، **آزادیٔ نسواں کی تحریکیں اور ان کے مقاصد کا اسلامی نقطۂ نظر سے جائزہ** (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2002ء)، ص62-

73 النسائی، **السنن الصغری**، (القاہرہ: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، 1348ھ)، رقم الحدیث: 5666-